در کفے جامِ شریعت، در کفے سندانِ عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

بیادگار

حضرت ابوالبرکات سید حسن قادری گیلانی
رحمۃ اللہ علیہ

پندرہ روزہ

پشاور

الحسن

شاہ محمد غوث اکیڈمی یکہ توت، پشاور

شاہ محمد غوث اکیڈمی پشاور کا علمی مجلہ بیادگار حضرت ابو البرکات سید حسن صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ

رجسٹرڈ نمبر پی ۲۶۹

پندرہ روزہ

مدیر اعلیٰ
فقیر محمد امیر شاہ
قادری گیلانی

منتظم اعلیٰ
سید غلام الحسنین
قادری گیلانی

الحسن پشاور

شمارہ نمبر ۱۴ — جلد نمبر ۶

۱۶ جون ۱۹۹۵ء — ۱۷ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

مدیر اعلیٰ فقیر محمد امیر شاہ قادری گیلانی نے رضوان پرنٹرز قصہ خوانی بازار پشاور سے
طبع کرا کے یکہ توت پشاور سے شائع کیا

مجلس ادارت

مدیر: غلام الحسنین قادری گیلانی
(بی کام آنرز)

معاونین

۱- پروفیسر محمد اسماعیل صاحب سیٹھی
(سابق سیکرٹری تعلیم صوبہ سرحد)

۲- ڈاکٹر ام سلمیٰ گیلانی
(شعبہ جات کالج برائے خواتین پشاور یونیورسٹی)

۳- الحاج صوفی مشتاق احمد صاحب
(سابق پرنسپل ہائر سیکنڈری سکول کاکشال پشاور)

۴- اقبال ریاض صاحب
(ایڈیٹر ہفت روزہ سیاست پشاور)

۵- سید محمد انور شاہ قادری
(انسٹرکٹر ایجوکیشن کالج [illegible] پشاور)

قانونی مشیر

۱- محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)

۲- اویس احمد قادری (ایڈووکیٹ)

مجلس مشاورت

۱- سید محمد حسنین قادری گیلانی
(اے۔ وی۔ پی نیشنل بینک)

۲- سید سجاد حسین شاہ بخاری
(ریگ بکرز، فیشنز، پنڈی)

۳- الحاج منظور الٰہی قادری
(وی۔ پی۔ ایم حبیب بینک)

۴- الحاج محمد عابد (صوفی)

۵- ڈاکٹر محمد انعام قادری
(ڈرمیٹو خیبر ہسپتال پشاور)

۶- سمیع اللہ قادری
(ہیڈ ماسٹر ہائیر سیکنڈری سکول بجلی پشاور)

مجلس منتظمہ

۱- سید علاؤ الدین علی قادری گیلانی

۲- سید سعید الزمان قادری گیلانی

۳- محمد سلیم قادری ، حاجی سجاد حسین

سرکولیشن منیجر: سید نور الحسنین قادری گیلانی

اسسٹنٹ سرکولیشن منیجر سید حبیب شاہ قادری

قیمت: ۷ روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوان	مصنف	صفحہ نمبر
۱	شذرہ	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (ایم اے)	۳
۲	مقصود جاں (نعت)	اقبال مسعود احمد "بیدل (مرحوم)	۹
۳	حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات	نیک محمد قادری	۱۰
۴	ایک مشفق و مہربان استاذ پروفیسر فدا احمد نیر حیدر (مرحوم)	سید محمد انور شاہ قادری	۲۵
۵	تفسیر القرآن المستنیہ	مدیر اعلیٰ	۲۸
۶	انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم	مدیر اعلیٰ	۳۱

ایک ضروری اعلان!

پندرہ روزہ "الحسن" کا آئندہ مجلہ جو کہ کم از کم چار شماروں کو یکجا کر کے شائع کیا جائے گا۔ محدث کبیر "حضرت شاہ محمد غوث نمبر" کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

(انشاء اللہ)

شذرہ

سنی اپنا مقام پہچانیں

پیرزادہ اقبال احمد صاحب فاروقی ایم اے

آج عالم اسلام جن مشکلات سے گزر رہا ہے وہ تاریخ عالم کا ایک خونچکاں باب بنے گا۔ مغربی قومیں خاص کر یہودی اور ہندو قوتیں اسلامی ممالک پر جس انداز سے حملے کر رہی ہیں وہ نو آبادیاتی نظام کے حملوں سے بھی زیادہ شدید اور خطرناک ہیں۔ فلسطین اور لیبیا کے بعد عراق پر جو کچھ ہوا' وہ کل کی بات ہے۔ آج یہی قومیں بوسنیا' چیچنیا اور کشمیر کے مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم و ستم کرا رہی ہیں وہ ان کی اسلام دشمنی کی کھلی سکیم ہے۔ ان سازشوں اور دہشت گردی کے باوجود ان علاقوں کے مسلمان ان مصائب کا جس بہادری کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں' اس کی مثال بہت کم ملے گی۔ آج کا عام مسلمان شاید ان مسلمان جانبازوں کی مزاحمت اور ثابت قدمی کے پیچھے جو اصل قوت ہے اس کا اندازہ نہیں لگا سکے گا۔ وہ مغربی میڈیا سے متاثر ہوتا ہے۔ پھر ہمارے اخبارات بھی مغربی انداز سے حالات کی ترجمانی کرتے جاتے ہیں مگر آپ دیکھیں گے کہ جہاں جہاں یہ شدت ہو رہی ہے اور اس شدت کے مقابلہ میں جہاں جہاں مزاحمت ہو رہی ہے اس کے پیچھے ان مجاہدین کی قوت ایمانی خصوصاً محبت رسول ﷺ کا جذبہ کارفرما ہے وہ سب کچھ قربان کر رہے ہیں اپنے شہر اور اپنے گھر جلتے دیکھ رہے ہیں' اپنے کاروبار اور اپنی فصلوں پر بجلیاں گرتے دیکھ رہے ہیں وہ اپنے بچوں' عزیزوں اور بزرگوں کو دم توڑتے دیکھ رہے ہیں وہ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں مگر ان کے سر جھکتے نہیں۔ یہ سب عشق رسول ﷺ کی حرارت کا نتیجہ ہے۔ یہ مسلمان بے سرو سامانی کے باوجود' فاقہ کشی کے باوجود اور آگ اور خون کی بارش کے باوجود سر جھکاتے دکھائی نہیں دیتے کہ:

کٹ سکتا ہے سر عشاق کا پر جھک نہیں سکتا

یہ عاشقان رسول ﷺ اپنے دلوں میں عشق رسول کی حرارت لے کر میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ چیچنیا کے شہیدوں کیمپ میں ایک نقشبندی' مجددی بزرگ امام شامل رحمت اللہ علیہ کی تربیت کام کر رہی ہے جس نے اس خطہ میں روس کی بے دین قوت کا سامنا

سال مقابلہ کیا یہ امام شامل مجددی ہی تھے جنہوں نے چیچنیا کے مسلمانوں کو عشق رسول ﷺ کی دولت سے مال و مال کیا۔ پھر ان مجاہدوں کو لے کر چیچنیا کے صحراؤں اور جنگلوں میں روسی استبداد کا مقابلہ کرتے رہے۔ آج یہی روحانی تربیت اس خطے کے مسلمانوں کی قوت مزاحمت بن کر ڈٹی ہوئی ہے۔ بوسنیا کے مسلمانوں کی روحانی تربیت ایک ولی اللہ حضرت فطرت اللہ القانوف رحمت اللہ علیہ نے کی۔ وہ روسی استبداد کے دوران ایک عرصہ تک مشرقی یورپ کے اس خطہ میں مسلمانوں کے دلوں کو عشق مصطفیٰ سے گرمائے رکھنے میں کامیاب ہوئے۔ وہ کئی بار روسی استبداد کی قید و بند میں رہے' بیس سال تک سائبیریا کے صحراؤں میں پابند کر دیے گئے مگر وہ جب اپنے وطن آئے تو دلوں کو عشق مصطفیٰ ﷺ کی لو سے گرماتے رہے۔ آج اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ وہاں کے لوگ جان تو دیتے ہیں مگر سربوں کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے۔ وہ اپنے وطن پر آگ برستی ہوئی دیکھتے ہیں مگر طاقت کے سامنے جھکنے کو تیار نہیں ہوتے۔ وہ اپنے عزیزوں کی لاشوں کو تڑپتا ہوا دیکھتے ہیں مگر مصلحت وقت کا شکار نہیں ہوتے۔ اپنا سر نہیں جھکاتے' ہار نہیں مانتے' سودا نہیں کرتے' انہیں کمک مکا بھی نہیں آتا' وہ عشق مصطفیٰ ﷺ کی شمع کی روشنی سے آپ سینوں کو درخشاں کئے ہوئے میدان جنگ میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ وہ باطل طاقتوں کو للکار للکار کر کہہ رہے ہیں:

شہادت سے ڈرا سکتے نہیں تم مرد مومن کو
کہ مومن ڈھونڈنے آتا ہے دنیا میں اسی دن کو

آج وادی کشمیر میں جو ظلم و تشدد ہو رہا ہے وہ سارے عالم پر آشکارا ہے۔ ظلم و بربریت کی وہ کون سے رنگین داستان ہے جسے ہندوستانی فوج اپنے آتشیں ہتھیاروں سے نہیں لکھ رہی۔ شدت و بربریت کی وہ کون سی کہانی ہے جسے ہندوستان کے فوجی وادیٔ کشمیر کی گلی گلی کوچے کوچے میں نہ دہرا رہے ہوں۔ دوسری طرف نہتے اور بے سرو سامان کشمیری حریت پسند کس جانبازی سے ظلم بھی سہہ رہے ہیں اور مزاحمت بھی کر رہے ہیں۔ وہ ہندوستان کی ۶ لاکھ (اب ۷ لاکھ) فوج کا تن تنہا مقابلہ کر رہے ہیں۔ وہ سر کیوں نہیں جھکاتے؟ وہ مصالحت کیوں نہیں کر لیتے؟ وہ ہندوستان کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟ وہ اپنے بچوں کو تڑپتا دیکھنے کے بعد امن کی اپیل کیوں نہیں کر لیتے؟ وہ خاک و خون کے دریاؤں سے گزرنے کی بجائے وادی کشمیر جنت نظیر کی خوبصورتی کو کیوں نہیں اپنا لیتے؟ وہ سر کٹاتے جا رہے ہیں لیکن عشق مصطفیٰ کی شمع کو بجھنے نہیں دیتے وہ

جانیں دے رہے ہیں مگر باطل کے سامنے نہیں جھکتے۔ وہ اپنے عزیزوں کی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں مگر عشق رسول ﷺ کی غیرت پر حرف آنے نہیں دیتے۔ ہم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ عشق رسول ﷺ کی گرمی' عشق رسول ﷺ کی غیرت اور عشق رسول کی شمع کو روشن رکھنے کے جذبے کے پیچھے کون سی قوت کارفرما ہے؟ یہ حضرت بل کون تھے جنہوں نے کشمیریوں کے خون میں عشق مصطفیٰ کی توانائی بھردی۔ یہ چرار شریف کے بزرگ حضرت نور ولی کون تھے جنہوں نے کشمیری مسلمانوں کے سینوں کو محبت رسول ﷺ سے تابناک بنادیا۔ سری نگر میں حضرت بل کی خانقاہ ہی دراصل عشق رسول ﷺ کی تربیت گاہ تھی۔ یہ چرار شریف کی درگاہ ہی مقام مصطفیٰ ﷺ کی تربیت گاہ تھی۔ آج ہندوستان کا پورا ہندوانہ تشدد انہیں درگاہوں پر ٹوٹ رہا ہے۔ آج باطل کی ساری بجلیاں انہیں خانقاہوں پر گر رہی ہیں۔

الحمدللہ آج یہی خانقاہیں' یہی درگاہیں بزرگان دین کے یہی مزارات اہل اللہ کی یہی زیارت گاہیں باطل فوجوں کے سامنے مزاحمت کے قلعہ بنے ہوئے ہیں۔ یہ وہ سنی اولیاء تھے جنہوں نے اپنی خانقاہوں میں بیٹھ کر ان مجاہدوں کی تربیت کی۔ یہ وہ درگاہیں ہیں جہاں سے مجاہدین عشق مصطفیٰ ﷺ کا نور لے کر ڈٹے ہوئے ہیں۔ غالباً آج ہمارا سنی اس احساس سے محروم ہے کہ اس کے بزرگوں نے میدان جنگ' اس کے ولیوں نے' اس کی خانقاہوں نے اور اس کی درسگاہوں نے عام مسلمانوں کو کس سانچے میں ڈھالا تھا اور کس خون سے پالا تھا۔

آج شاید سنیوں کو اپنا مقام یاد نہیں کہ بزرگان دین نے انہی خانقاہوں سے عشق مصطفیٰ ﷺ کی تربیت دی تھی۔ آج سنی نوجوانوں کو غالباً یہ احساس ہی نہیں کہ ان بزرگوں کی درگاہیں ان کی تربیت گاہیں تھیں۔ یہ انہی تربیت گاہوں کے فیض یافتہ ہیں۔ یہ اسی آسمان عشق و محبت کے ٹوٹے ہوئے تارے ہیں۔

یہ خانقاہیں' یہ درگاہیں' یہ بزرگان دین کی بارگاہیں اور یہ اہل اللہ کے زوایے دراصل شیروں کی کچھاریں ہیں' عقابوں کے نشیمن ہیں' غازیوں کی چھاؤنیاں ہیں اور مجاہدین کی تربیت گاہیں ہیں۔ جہاں کفر کی بجلیاں بھی گریں گی تو مزاحمت کے لئے سینوں کی چٹانیں بھی یہاں ہی کھڑی ہوں گی۔

ہم انگریزی دور کے تربیت یافتہ دینی فرقوں کو تو کچھ نہیں کہتے۔ بے چارے چند بندوقیں

اٹھا کر (سپاہ صحابہ) بن گئے ہیں۔ چند کلاشنکوفیں دکھا کر (مجاہد) بن گئے ہیں۔ چند مسجدوں کے در و دیوار کو پرامن نمازیوں کے خون سے رنگین کر کے (سپاہ محمد) بن گئے ہیں اور چند شہید نوجوان طالب علموں کے جنازوں کو کندھا دے کر (پاسبان ملت) بن گئے ہیں۔ چلو یہ تو بے چارے (سپاہ صحابہ) (سپاہ محمد) (مجاہدین مریدکے) اور شہدائے کشمیر کے جنازے کو کندھا دے کر تاریخ میں اپنا نام لکھوا رہے ہیں۔ اچھی بات ہے مگر ہم پاکستان کے سینوں کے دراحساس پر ضرور دستک دیں گے اور آواز دیں گے کہ سینوں! آج اسلام کی قوت کے تم وارث ہو جو عشق مصطفیٰ کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے بزرگان دین کے جانشین تم ہو۔ جنہوں نے اپنی خانقاہوں میں ہمیں مرنا اور جینا سکھایا تھا۔ ان زیارت گاہوں کے تم وارث ہو جن کی نگاہوں نے مجاہدین کی نسلیں تیار کی ہیں۔ آج دنیا اپنے شور و شراب اور ڈھول ڈھمکے کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتی کہ بغداد ہمارا ہے۔ الجزائر ہمارا ہے۔ کشمیر ہمارا ہے۔

جب دنیائے یہود و نصاریٰ اپنے کلمہ لیسوں کی فوجیں لے کر بغداد پر ٹوٹ پڑی اور بے پناہ بمباری کی تو ہم ہی ان کا نشانہ تھے۔ جب افغانستان پر روسی یلغار ہوئی تو سب سے پہلے مجددیوں کی خانقاہوں (جو جناب پیر حضرت صبغتہ اللہ مجددی کے آباؤ اجداد کی درس گاہیں تھیں) کو نشانہ ستم بنایا گیا اور اس خانوادۂ مجددیہ کے علماء و مشائخ کو سائبیریا میں لے جا کر شہید کیا گیا۔ بوسنیا پر مظالم ٹوٹے تو حضرت فطرت اللہ الفانوف کی خانقاہ کو تہ و بالا کیا گیا۔ جب چیچنیا پر بم باری کی تو امام شامل کے مریدوں کی سرزمین کو تختہ مشق بنایا گیا۔ جب ہندو فوجوں نے کشمیر پر لشکر کشی کی تو سری نگر میں ہماری حضرت بل کی خانقاہ پر یلغار کی گئی۔ جب چرار شریف پر حملہ کیا گیا تو ہمارے نور ولی کے عقیدت مندوں نے جانیں دیں۔ آج عراق کا "سنی" ہی یہود و نصاریٰ کے تشدد کی مزاحمت کر رہا ہے۔ آج بوسنیا میں حضرت فطرت اللہ الفانوف کے نام لیوا لڑ رہے ہیں۔ آج چیچنیا میں امام شامل کے تربیت یافتہ مجددی مجاہد سینہ سپر ہیں۔ آج سری نگر میں حضرت بل کے سنی عقیدت مند ہندوستانی فوج کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنے کھڑے ہیں۔ آج چرار شریف کے سنی ہی مزاحمت کر رہے ہیں۔

دنیائے اسلام میں جہاں جہاں یہود و ہنود کے حملے ہو رہے ہیں ان کی مزاحمت سنی ہی کر رہے ہیں اور آج پاکستان کا سنی بجا طور پر فخر کر سکتا ہے کہ اس کے مسلک کے مجاہدین ہر جگہ عشق مصطفیٰ سے سرشار اپنے خون جگر سے "سنیت کی تاریخ" لکھ رہے ہیں۔

"پاکستان کے وہابی" آج مریدکے میں پچیس ہزار کلاشن کوف لے کر اتراتے پھرتے ہیں کہ ہمارے "دارالجہاد" سے نوجوان نکل کر افغانستان میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ماشاء اللہ! نظر بددور! وہابیت کی ساری تاریخ ایسے "جہادوں" سے بھری پڑی ہے۔ انگریز کے اشارے پر "نجد" سے اٹھے تو عاشقان رسول ﷺ ترکوں کو مشرک کہہ کر سرزمین حجاز سے نکال دیا۔ انگریز کو ترکی سنی مسلمان کانٹے کی طرح کھٹکتے تھے۔ وہابی مجاہدین ہی لارنس آف عریبیہ کے جھنڈے تلے جہاد کرتے رہے تھے اور حرمین شریفین سے عاشقان رسول ﷺ کو نکال کر قابض ہو گئے۔ ان کی تلواروں نے سرزمین حجاز سے عاشقان رسول ﷺ کا صرف قتل عام ہی نہ کیا بلکہ جلیل القدر صحابہ کرام کی قبریں بھی مسمار کر دی گئیں۔ پاکستان کی تشکیل ہونے لگی تو برصغیر کے تمام وہابی اور دیوبندی ہندوستان کے بت پرستوں کی سماویوں میں کھڑے گاندھی و نہرو کے ترنگے کے نیچے "جے نہرو! اور جے ہند!" کے ترانے گاتے رہے تھے اور تحریک پاکستان کے مسلمانوں کے خلاف "جہاد" کر رہے تھے۔ یہ لوگ جب بھی جہاد کو نکلتے یہود و نصاریٰ اور ہندوؤں کے کیمپوں سے نکل کر پاکستان کا نام لینے والے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑتے۔ آج پاکستان میں تبلیغی جماعت والے تو ماشاء اللہ صحابہ کا بہروپ ڈھال کر مسلمانان پاکستان کو کلمہ پڑھاتے پھرتے ہیں۔ مگر آج مرید کے کے وہابی خدا معلوم جہاد کرنے کہاں جا رہے ہیں۔ افغانستان کی جنگ سینوں نے لڑی اور جیتی لیکن "مجاہد" اب تیار ہو رہے ہیں۔

جب جنگ ہوئی بند "مجاہد" نکل آیا!

دیو بندی حضرات "سپاہ صحابہ" کو لے کر جہاد کر رہے ہیں۔ رافضی "سپاہ محمد" کے نام سے "حسن بن صباح" کے دستے تیار کر رہے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک "مجاہد" بن کر پاکستان کے سینوں پر دھونس جماتے پھر رہے ہیں کہ اب ہم جہاد کریں گے۔

کرے گا قتل وہ لیلیٰ کو یا لیلیٰ کی اماں کو
لئے پھرتا ہے "مجنوں" ٹین کی تلوار بولو!

کشمیر کی مساجد، خانقاہیں اور کوچہ و بازار خون آلود ہیں اور یہ سارا خون سینوں کا بہہ رہا ہے۔ ایک وہابی وہاں قتل کیا ہونا ہے، نظر ہی نہیں آتا۔ کشمیر کی وادی میں سینوں کی ساری خانقاہیں اور درگاہیں درندوں کا نشانہ ہیں۔ ایک دیوبندی یا "سپاہ صحابہ" کا ایک شخص یا تبلیغی

جماعت کا فرد وہاں شہید نہیں ہوا۔ بوسنیا میں سارے سنی جام شہادت نوش کر رہے ہیں' چیچنیا میں سارے سنی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لڑ رہے ہیں۔ عراق میں صرف اور صرف سنی ہی شہید ہوئے اور انہیں کے بچے بھوکے پیاسے جان بہ لب ہیں۔ ایک وہابی یا شیعہ یا تبلیغی جماعت کا ایک رکن بش کی گولی سے نہیں مرا۔ آج ایک غیر سنی بھی کلنٹن کی ناکہ بندی کا شکار نہیں ہو رہا۔ بس اپنے گھر میں پاکستان کے نئے نئے "مجاہد" جہاد کر کے مسلمان نمازیوں کو مسجدوں میں قتل کر رہے ہیں۔ نہ یہ باہر جا کر لڑ سکتے ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کے نام پر جان دے سکتے ہیں۔

ان حالات میں سنیوں کو اپنا مقام پہچاننا چاہیے۔ انہیں یہاں کے خونخوار گروہوں سے نپٹنے کے لئے سینہ سپر ہو کر' سربلند ہو کر' دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نپٹنا چاہیے۔ الحمدللہ! ہمارا ایک ماضی ہے' ایک مقام ہے۔ ہم اسلام کے مجاہدین کے قافلے کے ہم رکاب ہیں۔ ہم بزرگان دین کے تربیت یافتہ ہیں۔ ہم بغداد میں سینہ سپر ہیں' ہم لیبیا میں سر بہ کفن ہیں۔ ہم بوسنیا میں جانیں دے رہے ہیں۔ ہم چیچنیا میں سر بہ کف ہیں۔ ہم کشمیر میں کفن بردوش ہیں۔ ہم الجزائر میں صف شکن ہیں۔ ہم مصر میں تیغ بہ کف ہیں۔ ہمیں فخر ہے' ہمیں ناز ہے اور رسول اللہ ﷺ کی غلامی پر افتخار ہے۔ ہم زندہ قوم ہیں۔ مجاہد ہیں' غازی ہیں' شہید ہیں۔

سنی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری
میرے لئے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے

(بشکریہ ماہنامہ "جہان رضا"
ذوالحجہ و محرم الحرام ۱۴۱۶ھ
بمطابق مئی و جون ۱۹۹۵ء

مقصود جاں

یہی مقصود دل ہوتا یہی مقصود جاں ہوتا
جبین شوق ہوتی مصطفیٰ کا آستاں ہوتا

نہ کچھ فکر مکاں ہوتا نہ احساس زماں ہوتا
تمنا تھی کہ میں شام و سحر سجدہ کناں ہوتا

خموشی مدعا ہوتی ہر اک آنسو زباں ہوتا
زبان اشک ہائے غم سے حال دل بیاں ہوتا

اگر ہوتا تو یوں حاصل سکون قلب و جاں ہوتا
جبیں در پر ترے دل بے نیاز دو جہاں ہوتا

مجھے بھی ساقی کوثر پلاتے جام بھر بھر کہ
تمنا تھی کہ میں بھی شامل بادہ کشاں ہوتا

نہ آتے رحمت اللعالمین ﷺ دنیا میں گر بیدلؔ
تو اپنا حشر کیا ہوتا مقام اپنا کہاں ہوتا

اقبال مسعود احمد بیدل فاروقی (مرحوم)

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی دینی و علمی خدمات

نیک محمد قادری

برصغیر پاک و ہند میں محمود غزنوی کی آمد کے ساتھ ہی باقاعدہ طور پر صوفیائے کرام اور بزرگ ہستیاں تشریف لائیں اور مختلف علاقوں میں انہوں نے رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا۔ یہ اولیائے کرام اسلام کی تبلیغ اور روحانی سرچشموں سے عالم کو فیض یاب کرنے کے لئے ہمہ دم مصروف اور سرگردان رہتے تھے وہ گاؤں گاؤں پھر کر خدا کے بندوں کو اخلاق و مذہب کی باتیں بتاتے اور ان کے دلوں سے برائیوں اور جہالت کی کثافتوں کو دور کرنے میں منہمک رہتے تھے۔ وہ جس علاقے میں جاتے اور جن لوگوں سے ملتے ان سے ان ہی کی بولیوں میں اخلاق و مذہب کی باتوں کو سمجھاتے۔

جناب معین الدین دردائی "صوفیائے بہار اور اردو" میں لکھتے ہیں

"دلوں کو ہاتھ میں لینے کے لئے سب سے پہلے ہم زبانی لازم ہے۔ ہم زبانی کے بعد ہم خیالی پیدا ہوتی ہے۔ یہ صوفیائے کرام عوام سے انہی کی بولی میں گفتگو فرماتے اور تعلیم و تلقین کی کوشش فرماتے تھے"۔ ہندوستان کی معاشرتی، تہذیبی، تعلیمی اور ادبی زندگی میں صوفیائے کرام کو جو دخل حاصل ہے اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ ان حضرات نے اپنی سادہ زندگی، درویشی، بے ریائی، خلوص اور انسان دوستی کے اعلیٰ نمونے پیش کر کے لوگوں کے اخلاق کو سنوارا اور انہیں نیک اعمال کی طرف راغب کیا۔ ان ہی بزرگ اور جلیل القدر ہستیوں میں ایک برگزیدہ نام حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کا ہے۔ آپ کی تعلیمات سے لوگوں میں ایک نئی مذہبی حس پیدا ہوئی آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے ایسے عظیم الشان بزرگ تھے جن کی جدوجہد نے تصوف میں ازسرنو روح ڈال دی۔ آپ نے معاشرے میں حسن اخلاق، تبلیغ دین

اور اشاعت اسلام کی شمع روشن کر کے احترام انسانیت کا درس دیا۔

حسب و نسب

ڈاکٹر روبینہ ترین لکھتی ہیں کہ آپ کا تعلق پٹھانوں کے قبیلہ جعفر خانی سے تھا۔ اس قبیلے کو رمدانی (رحیم وانی) بھی کہتے ہیں۔ جعفر خانی قبیلے کے مورث اعلیٰ جعفر خان تھے جو ابتدا میں مراتہ (کوہستانی شیرانی) کے مقام پر رہتے تھے کوہستان کوہ سلیمانی کی دو بلند چوٹیوں، "تخت سلیمان" اور "فورٹ منرو" کا درمیانی علاقہ "گڑگوجی" کے شمالی مشرق میں درگ کا وسیع و شاداب علاقہ تھا۔ جعفر خان نے وہاں کے ہندو حکمران گھنہ کو شکست دے کر وہاں قبضہ کرلیا۔ جعفر خان کی تیسری نسل سے رحیم داد خان نے جو کہ کنبے کا سربراہ تھا بعد ازاں گڑگوجی پر بھی قبضہ کرلیا۔ اور رحیم داد خان کے اسی نام کی مناسبت سے اس قبیلے کا نام رمدانی پڑگیا۔ حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کے والد کا تعلق جعفر خان قبیلے کی اسی رمدانی شاخ سے تھا۔ آپ کے والد کا نام ذکریا بن عبدالوہاب بن عمر خان اور والدہ کا نام زلیخا تھا۔

ولادت باسعادت

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی پیدائش بمقام کوہستان (گڑگوجی) ۱۱۸۳ھ بمطابق ۱۷۶۹ء میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت

بچپن میں ہی آپ کے والد کا انتقال ہوگیا تھا اس لئے آپ کی تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی والدہ کی زیر نگرانی ہوئی۔ گڑگوجی میں آپ نے حافظ ملا یوسف جعفر خانی سے تقریباً چار سال کی عمر سے قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ آپ نے

ملا یوسف سے قرآن مجید کے پہلے پندرہ پارے حفظ کئے۔ اس کے بعد آپ اسی جعفر خانی قبیلے کے ایک اور بزرگ حافظ جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے آخری پندرہ پارے حفظ کرنے کے علاوہ دو کتابیں "فرائض اور کریمہ" پڑھیں۔ صاحب مناقب المحبوبین لکھتے ہیں "اس کے بعد استاذ کے حکم سے کوہ درگ سے تونسہ تشریف لے گئے۔ وہاں تونسہ کے بازار میں واقع سفید مسجد المعروف "بگی مسجد" میں میاں حسن علی صاحب سے فارسی کی چند کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ جن میں پند نامہ عطار اور گلستان و بوستان سعدی شامل ہیں" کچھ عرصہ میاں حسن علی کے پاس پڑھنے کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ تونسہ سے پانچ کوس کے فاصلے پر واقع موضع لانگھ میں میاں ولی محمد کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے ان ہی سے فارسی درسیات کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد آپ کوٹ مٹھن میں حضرت قاضی محمد عاقل چشتی کی دارالعلوم میں تشریف لے گئے۔ اس وقت قاضی صاحب کے بڑے صاحب زادے قاضی احمد علی اس دارالعلوم کے صدر مدرس تھے۔ آپ نے اس دارالعلوم سے عربی درسیات کی تعلیم مکمل کی اور اس طرح دینی علوم کی تکمیل فرمائی۔

بیعت

جس زمانے میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کوٹ مٹھن میں تعلیم حاصل کر رہے تھے اس زمانے میں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمت اللہ علیہ اوچ شریف تشریف لائے تو قاضی محمد عاقل اور ان کے بڑے صاحب زادے قاضی احمد علی مدرسے کے طالب علموں کو ساتھ لے کر حضور خواجہ نور محمد مہاروی رحمت اللہ علیہ کی ملاقات کے لئے کوٹ مٹھن سے اوچ شریف تشریف لے گئے۔ ان طالب علموں میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ جناب قاضی جاوید صاحب "پنجاب کے صوفی دانشور" میں تحریر کرتے ہیں کہ

"دراصل وہ (شاہ صاحب) خواجہ مہاروی رحمت اللہ علیہ سے مسئلہ سماع پر بحث کرنا چاہتے تھے تاکہ اسے غیر اسلامی ثابت کیا جائے لیکن خواجہ صاحب کی حضور پہنچے تو کایا ہی پلٹ گئی، گڑگڑانے لگے اور مرید ہونے کی درخواست کی۔" اس کے بعد حضرت خواجہ مہاروی رحمت اللہ علیہ نے خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کو بیعت فرمایا۔ گویا قبلہ عالم نور محمد مہاروی رحمت اللہ علیہ اس شہباز کو دام میں شکار کرلیا۔ جس کی بشارت خواجہ نور محمد مہاروی کو ان کے مرشد حضرت شاہ فخرالدین دہلوی رحمت اللہ علیہ نے دی تھی۔ بیعت کے وقت حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی عمر تقریباً پندرہ برس تھی۔ خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ اپنے مرشد کے حکم سے واپس کوٹ مٹھن تشریف لے آئے اور مزید علوم کی تکمیل فرمائی۔ بیعت ہونے کے چند ماہ بعد حضرت شاہ صاحب کو اپنے دادا پیر حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی رحمت اللہ علیہ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا چنانچہ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ ر ۱۷۸۴ء کو حضرت شاہ صاحب مہار شریف سے دہلی تشریف لے گئے یہ سفر آپ نے پیدل طے فرمایا اور براستہ اوچ، بیکانیر، اجمیر کے راستے دہلی پہنچے۔ آپ رحمت اللہ علیہ کے دہلی پہنچنے سے دو دن پہلے آپ کے دادا پیر حضرت خواجہ فخرالدین رحمت اللہ علیہ وصال فرما چکے۔ جناب ڈاکٹر محمد حسین کتاب "خواجہ محمد سلیمان تونسوی" میں آپ کے اس سفر کے بارے میں لکھتے ہیں کہ، "۴۰ دن تک ان (خواجہ خواجہ فخرالدین رحمت اللہ علیہ) کے مزار پر معتکف رہنے کے بعد آپ نے خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت خواجہ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی، شیخ کمال الدین، حضرت امیر خسرو اور شاہ کلیم اللہ دہلوی رحمت اللہ علیہم اجمعین کے مزارات پر بھی اعتکاف کیا پھر بیکانیر و بھٹنیر سے فرخ نگر اور مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے ماہ رمضان ۱۱۹۹ھ میں مہار شریف واپس پہنچے"

دہلی کے اس طویل سفر کے دوران آپ نے اور بہت سے دوسرے بزرگوں

سے بھی اکتساب فیض کیا جن میں میاں شمس الدین خلیفہ حضرت خواجہ فخرالدین دہلوی اور علی محمد خان خلیفہ شاہ عزت اللہ نقشبندی ابوالعلائی کے نام مشہور ہیں۔ مہار شریف میں آپ نے حافظ خدا بخش مہاروی کی ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام فرمایا اور حسب ارشاد مرشد دن رات یاد الٰہی میں مصروف ہوگئے حاجی نجم الدین سلیمانی "مناقب المحبوبین" میں لکھتے ہیں کہ

"آپ دن رات ذکر پاس انفاس اور وقوف قلبی میں مصروف رہتے تھے۔ رات کے وقت بلند آواز سے ذکر جہر کرتے۔ آپ کا زیادہ تر وقت مسجد میں گزرتا صرف کچہری کے وقت زیارت اور سبق کے لئے حضرت قبلہ عالم (نور محمد مہاروی) کی خدمت میں جاتے۔ آپ نے سلوک کی کتابیں مثلاً آداب الطالبین، فقرات، لوائح، عشرۂ کاملہ، اور فصوص الحکم وغیرہ اپنے پیر و مرشد سے پڑھی۔ حضرت قبلہ عالم نے آپ پر خاص توجہ فرمائی۔ چنانچہ کبھی کبھی حضرت قبلہ عالم خود بنفس نفیس اس مسجد میں تشریف لے جاتے جس میں آپ مقیم تھے۔" حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمت اللہ علیہ حضرت سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی باطنی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے تھے اس حد تک کہ لنگر کے خادم غلام رسول سے کہہ رکھا تھا کہ سلیمان کو کھانا کم دیا جائے اور سردیوں میں بستر بھی معمولی قسم کا دیا جائے تاکہ وہ خواب غفلت میں رہ کر مقصود اصلی سے محروم رہ نہ جائیں۔ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی دوسرے مریدوں کی نسبت آپ پر زیادہ توجہ فرماتے تھے۔ حضرت سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ نے اپنے مرشد خواجہ مہاروی کی صحبت میں تقریباً ۶ سال عبادت اور ریاضت میں گزارے اور درجہ کمال تک پہنچے۔

خلافت

آخری مرتبہ جب آپ اپنی والدہ کو ملنے واپس وطن تشریف لے گئے تو خواجہ

مہاروی رحمت اللہ علیہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو بھری مجلس میں اپنے محبوب مرید خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کو روہیلے کے نام سے یاد کرتے رہے۔ آپ کے صاحبزادہ نور الصمد اور حافظ جمال ملتانی نے عرض کیا اگر فرمان ہو تو میں خود جا کر ان (خواجہ سلیمان) کو لے آؤں۔ لیکن خواجہ مہاروی رحمت اللہ علیہ نے منع فرمادیا۔ آخر یکم ذالحج کو خواجہ شاہ سلیمان تونسوی خود ہی بے قرار ہوکر تشریف لے آئے۔ خواجہ مہاروی نے آپ کو اپنے پاس بلایا اور یکم ذالحج سے ۲ ذالحج تک ۱۲۰۵ھ کی نماز عصر تک اپنے سامنے بٹھائے رکھا اور اس کے بعد حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ سے فرمایا۔

ای فلاں اگرچہ جدائی تو دل نمی خواہد لیکن آئین پیران کلاں چون خواجہ معین الدین چشتیہ اجمیری رحمت اللہ علیہ از خواجہ عثمان بارونی و خواجہ قطب الدین از خواجہ معین الدین و خواجہ فریدالدین از خواجہ قطب الدین و خواجہ نظام الدین از خواجہ فریدالدین تا آخر یعنی قبلہ عالم (خواجہ نور محمد مہاروی) از مولانا صاحب (خواجہ فخرالدین دہلوی) رحمت اللہ علیہم اجمعین۔ پیشتر از وصال رخصت شدند ازیں قرار ما نیز شما را از خود رخصت نماید و اگر چہ تو نواختہ و تلقین یافتہ النبی ہستی مگر آنچہ از بفرمان النبی و معاملہ رسول اللہ و اصحاب و پیران خواجگان چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و شطاریہ وغیرہ تمامی سلاسل بتوہم رسیدہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ شما بحصول آں مقبول الحق و منظور الرسول گشتید و خواہید ماند"

ترجمہ

یعنی اے سلیمان! اگرچہ تمہاری جدائی کو دل نہیں چاہتا لیکن بزرگان سلسلہ کے مطابق جیسے خواجہ معین الدین' خواجہ عثمان ہارونی سے اور خواجہ قطب الدین خواجہ معین الدین سے' اور خواجہ فریدالدین خواجہ قطب الدین اور خواجہ نظام الدین خواجہ فریدالدین سے تا آخر تک یعنی خواجہ نور محمد مہاروی خواجہ فخرالدین دہلوی سے ان کے وصال سے پہلے رخصت ہوئے۔ اس طریقے سے ہم (اپنی وصال سے پہلے) تم کو رخصت کرتے ہیں۔ اگرچہ تم حق تعالٰی کے تلقین یافتہ اور برگزیدہ ہو لیکن ہماری طرف سے جو فرمان الٰہی اور معاملہ رسول اللہ ﷺ اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کے مطابق تمام سلسلوں کے بزرگوں یعنی خواجگان چشتیہ و قادریہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و شطاریہ کا فیض تم کو پہنچا ہے انشاء اللہ اس کے حصول کے بعد تم خدا اور رسول ﷺ کے منظور نظر ہو گئے ہو۔ اور ہمیشہ منظور نظر خدا اور رسول ﷺ رہو گے"

اور اس طرح آپ ہر چار سلاسل' سلسلہ عالیہ قادریہ' چشتیہ' سہروردیہ اور نقشبندیہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ خلافت کے وقت حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی عمر تقریباً ۲۱ یا ۲۲ سال کی تھی۔ ۳ ذالج ۱۲۰۵ھ ر ۱۷۹۰ء کو حضور قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی رحمت اللہ علیہ کا وصال مبارک ہوا۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ اپنے مرشد کے مزار پر تقریباً ۹ ماہ تک معتکف رہے پھر اس کے بعد اپنے آبائی وطن گڑگوجی تشریف لائے اور یہاں پر اپنے خاندان میں عمر خان جعفر خانی کی بیٹی سے شادی کی۔ حضرت خواجہ صاحب گڑگوجی سے اکثر اپنے پیر و مرشد کے مزار شریف کی زیارت کے لئے مہار شریف تشریف لے جاتے اور اس کے بعد حسب امر پیر روشن ضمیر خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ تونسہ شریف میں

مستقل مقیم ہوئے اور یہاں ہدایت خلق میں مشغول ہوئے۔ محمد دین صاحب "ذکر حبیب" میں لکھتے ہیں کہ "۱۲۱۴ھ میں آپ (حضرت سلیمان) ضلع ڈیرہ غازی خان کے علاقہ تونسہ میں مستقل طور پر آباد ہو گئے جہاں آپ نے آخری دم تک زندگی گزاری۔ آپ کی نسبت سے یہ علاقہ تونسہ شریف کہلایا"۔

جس زمانے میں آپ تونسہ شریف منتقل ہوئے تو بمشکل اس علاقے کی آبادی سو گھروں پر مشتمل تھی۔ بقول پیر حیدر علی شاہ صاحب جلال پوری "آپ سرکنڈوں کی ایک جھونپڑی بنا کر عبادت میں مشغول ہوگئے۔ جب اس علاقہ کا رئیس الف خان حلقہ مریدین میں شامل ہوا تو اس نے شاہ سلیمان پیر پٹھان کی اجازت سے ایک مکان بنوایا۔ رفتہ رفتہ آپ کی شہرت بڑھی اور لوگ دور دور سے یہاں آکر آباد ہونے لگے تو آپ کی رہائش کے اردگرد والی زمین بھی آباد ہونے لگی۔"

جناب نجم الدین سلیمانی صاحب لکھتے ہیں

"آپ کی والدہ محترمہ ہمشیرہ محترمہ اور زوجہ محترمہ تونسہ شریف آگئے تو آپ نے سب سے پہلے اپنے دولت خانہ کے لئے ایک کمرہ، ایک دالان اور چاروں طرف بڑی دیوار کا احاطہ تعمیر کرایا اور ساتھ ہی اپنے لئے ایک حجرہ عبادت تعمیر کرائی۔ بعد ازاں ایک بنگلہ حضرت صاحبزادہ گل محمد کی شادی کے وقت تیار کیا پھر مدت بعد ایک اصطبل مہمانوں کے گھوڑوں کے لئے تیار کرایا جس میں ایک دو گھوڑے لنگر کے بھی تھے۔ کچھ عرصہ بعد خلیفہ محمد باراں نے تین حجرے اور ایک دالان لنگر خانے کے لئے تعمیر کرائے مزید کچھ عرصہ بعد برخوردار چاکی نے سادہ مٹی سے چھت والی مسجد تعمیر کرائی۔ پھر بہت مدت کے بعد نواب بہاول خان نے اس کچی مسجد کی جگہ پختہ مسجد تعمیر کرانی شروع کی۔"

اب اس جگہ نے مستقل طور پر ایک خانقاہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ جس وقت تونسہ شریف کی آبادی بڑھی تو لوگ جوق در جوق آنا شروع ہوئے۔ فتوح کا سلسلہ شروع ہوا۔ دنیا کی ہر نعمت آپ کے قدموں میں آ گئی جو کچھ آپ کی خانقاہ میں آتا تھا فوراً تقسیم فرما دیتے تھے۔ اپنے لئے کچھ نہ رکھتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ نے جس زمانے میں پنجاب میں مسند ارشاد بچھائی اس وقت سارا صوبہ سکھوں کے تسلط میں تھا اور سلطنت مغلیہ تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ ایسے دور میں حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ نے مسلمانوں کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا اور شریعت اور سنت نبوی ﷺ کی تلقین میں برابر سرگرم ہوئے۔ آپ کی نظر میں "اسلامی شعار" کے احیاء کی ضرورت سب سے زیادہ مقدم تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنی خانقاہ کے ساتھ ایک دینی علوم کا دارالعلوم بھی قائم کیا۔

ڈاکٹر محمد حسین لکھتے ہیں

"خواجہ محمد سلیمان تونسوی نے تونسہ شریف میں ایک بڑی درسگاہ قائم کی جس میں سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے علم دین حاصل کر کے جگہ جگہ تبلیغ و اشاعت اسلام کی۔ تونسہ کا غیر معروف اور علم و معرفت سے محروم علاقہ علم و عرفان کا مرکز بن گیا۔ یہاں تک کہ اس نور علم و معرفت کی کرنیں سابق مغربی پاکستان سے باہر کے دور دراز علاقوں میں پھیل گئیں"

آپ نے اپنی خانقاہ کے ارد گرد متعدد مدرسے قائم کئے۔ تقریباً پچاس استاذ وہاں رہتے تھے۔ علوم دینیہ کی ترویج میں بے حد کوشش کی جا رہی تھی۔ ان مدرسوں کی سرپرستی خود شاہ صاحب فرماتے۔ دور دراز سے طالبان علم آکر اپنی علم کی پیاس بجھاتے۔ غرض کہ تونسہ اس ضلع کا تعلیمی مرکز بن گیا۔ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمت

اللہ علیہ خود بھی ان مدرسوں میں درس دیتے تھے۔ مفت تعلیم کے ساتھ ساتھ طالب علموں کو کھانے پینے کی چیزیں، کپڑے اور کتابیں بھی مفت فراہم کی جاتی تھیں۔

جناب شمس الحق سیالوی اپنی کتاب "مرات العاشقین" میں حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے خلیفہ خواجہ شمس الدین سیالوی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ سیالوی نے فرمایا

بت وسہ فضلای کامل در تونسہ شریف تدریس می کردند و بیست زیادہ سبق نزد ہر یک خواندہ میشد و دیگر علمائے نامدار از طرف مشرق و مغرب و جنوب شمال بیشتر می آمدند انگاہ فرمود کتب توحید مثل لوائح و لمعات در بغل داشتہ بحضور حضرت حاضر شد میں چون نظر مبارک برمن افتادی بہ اشارہ دست مبارک تر خود خواندہ سبق تعلیم نمودے و اکثر لوقات درباب خواندن سبق بلیغ فرمودے"

ترجمہ

حضرت شاہ سلیمان صاحب کی خانقاہ میں دور دراز سے لوگ آتے تھے اور آپ کے روحانی فیض سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ کابل، ایران، لنکا، عدن اور ترکستان کے عوام و خواص مستفید ہوئے اس کے علاوہ بلخ، بخارا، ہرات، سندھ حرمین شریفین اور افغانستان کے دوسرے سمت سے علاقوں سے لوگ آکر اپنی اپنی استعداد کے مطابق آپ سے مستفیض ہوئے۔

جناب فیض اللہ خان قصوری "مقدمہ تونسہ شریف" میں خواجہ سلیمان کے مدرسوں کی عظمت اور ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں تحریر کرتے ہیں کہ

جب حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسہ میں مقیم ہوئے تب تونسہ "تونسہ شریف" کہلانے لگا اور آبادی اس جگہ رفتہ رفتہ بڑھنی شروع ہوئی۔ دور دراز سے لوگ ہجوم در ہجوم حاضر بحضور خواجہ شاہ محمد سلیمان صاحب رحمت اللہ علیہ ہونے لگے۔ پنجاب، بلوچستان ہندوستان، کشمیر، قندھار، عرب، فارس، افغانستان اور جمیع اطراف سے لوگوں کا ورود ہونے لگا۔ عربی، فارسی، حدیث، تفسیر، فقہ، سائنس (قدیم)، فلسفہ اور ہندسہ وغیرہ کی تعلیم اعلیٰ پیانہ پر دی جانے لگی۔ مشہور و معروف علماء دور دراز سے آکر اس جگہ مقیم ہوتے خواجہ سلیمان صاحب نہایت سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر فرمایا کرتے تھے ان کے دربار زی وقار میں امیر و فقیر ہر دو کے ساتھ یکساں سلوک برتا جاتا تھا اور آپ شریعت کے عامل اور احکام محمدی کے پابند تھے

خواجہ محمد سلیمان کو خود درس دینے کا بڑا شوق تھا وہ اپنے خاص شاگردوں اور مریدوں کو سلوک و احسان کی کتابوں کا درس دیتے تھے ان کے ملفوظات میں بعض جگہ ان کتابوں کا ذکر آیا ہے جن کو آپ اکثر پڑھا کرتے تھے آپ کی وسعت مطالعہ کے بارے میں "تاریخ مشائخ چشت" میں خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں کہ "شاہ محمد سلیمان صاحب کا مطالعہ نہایت وسیع اور نظر بہت گہری تھی۔ قرآن اور احادیث نبوی ﷺ اور فقہ پر ان کو پورا عبور تھا۔ ملفوظات میں مطالعہ نہایت بالغ نظری سے کیا تھا۔ عوارف المعارف اور فتوحات مکیہ (شیخ محی الدین ابن عربی) نور زباں پر تھیں۔ اور شیخ سہروردی اور شیخ اکبر کے بنیادی خیالات پر کافی غور و فکر کیا تھا۔ حدیث و فقہ پر عبور کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی مسئلہ آپ سے دریافت کیا جاتا تو برجستہ اسناد نقل کر دیتے تھے۔

خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کے مدارس میں زائرین طالب علم علماؤں کی بڑی تعداد ہر وقت موجود رہتی تھی جن کی رہائش اور طعام کا بندوبست آپ نے کر

رکھا تھا آپ نے لنگر خان کے مختلف حصے بنا رکھے تھے اور وہاں ہر کام کے لئے الگ الگ آدمی مقرر ہوتا تھا۔ صاحب تاریخ مشائخ چشت آپ کے لنگر خانے کے بارے میں لکھتے کہ

"لنگر کا یہ قاعدہ تھا کہ ہر درویش کو تین پاؤ پختہ روٹی ملا کرتی تھی۔ چھ مہینے کے بعد کپڑے اور جوتیاں ملتی تھیں۔ علاوہ ازیں ایک سیر تیل اور کچھ گھی ملا کرتا تھا۔ ان مدرسین کے لئے جو رات دن درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے ان کے اس کے علاوہ بھی کچھ مراعات ہوتی تھیں ان کا کام چونکہ دماغی محنت کا تھا اس لئے ان کو ایک سیر پختہ روزینہ' سیر بھر گھی ماہانہ اور ایک سیر تیل ملا کرتا تھا۔ لباس ان کو بھی چھ مہینے میں ایک بار ملا کرتا تھا لیکن ایک سفید لنگری اور گوسفند بھی عطا ہوتا تھا۔

چشتیہ سلسلے کی روایت کے مطابق حضرت خواجہ سلیمان چشتی قادری سہروردی نقشبندی رحمت اللہ علیہ بھی سماع سے خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ سماع کی ایک محفل میں کئی بار آپ پر وجد طاری ہوتا۔ ایک روایت ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ خلیفہ نارووال کے عرس سے واپس تشریف لارہے تھے کہ راستے میں احمد نامی قوال جو ان کی سواری میں تھا حافظ کا یہ شعر گنگنانے لگا۔

نیست بر لوح ولم جز الف قامت دوست
چہ کنم حرف دگر یاد نداد استاذم

حضرت سلیمان گھوڑے کی زین پر تھے شعر سنتے ہی وجد طاری ہوگیا اور آنکھوں سے خون رواں ہوگیا۔

حضرت سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کی ساری مخلوق خدا کی رشد و ہدایت اصلاح و احوال میں گزری۔ آپ نے تقریباً ٦٨ برس تونسہ شریف میں رہ کر عوام کی

خدمت کی۔ صاحب "حدیقتہ الاولیاء" میں لکھتے ہیں۔ کہ " تمام عمر حضرت نے ہدایت و ارشاد میں گزاری اور ایک لاکھ سے زیادہ حضرت کے مرید اور سینکڑوں کفار اور فجار نے توبہ کی" آگے مزید لکھتے ہیں کہ "آپ کی وفات ماہ صفر روز پنج شنبہ ایک ہزار دو سو سڑسٹھ ۱۲۶۷ھ میں واقع ہوئی۔ جب کہ مناقب سلیمانی لکھتے ہیں کہ

"وصال مبارک حضرت خواجہ کے بتاریخ ۷ صفر ۱۲۶۷ھ بوقوع آمدہ"

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کے تین فرزند تھے۔ ۱ خواجہ گل محمد ۲ خواجہ درویش محمد اور خواجہ عبداللہ ان میں سے خواجہ گل محمد جو کہ بڑے صاحبزادے تھے وہ آپ کے خلیفہ اور سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ کے بزرگ ترین خلفاء کی تعداد ۱۲ بتائی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ سلیمان تونسوی رحمت اللہ علیہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کے مصائب خود ان کے پیدا کردہ ہیں۔ اور ان کا بڑا سبب مذہب اور اسلامی شعائر سے بیگانگی ہے۔ اس لئے خواجہ صاحب نے مسلمانوں کو علمی، دینی، معاشرتی، تمدنی ہر طرح کے زوال سے روکنے کے لئے اقدامات کئے۔ آپ کا خیال تھا کہ حکومت کے حصول کی بجائے معاشرہ کو سنوارنے کی ضرورت ہے۔ علماء اور صوفیاء کی تربیت پر بھی زور دیا۔ کیوں کہ معاشرہ میں ان حضرات کی اہمیت تھی۔ آپ جانتے تھے کہ اگر عالم باعمل ہو گا تو اس میں اطاعت حق اور دین کا صحیح جذبہ ہو گا تو اس کا لوگوں پر اچھا اثر پڑے گا۔ جس طرح حضرت بہاؤالدین زکریا رحمت اللہ علیہ کے مدرسے میں طالب علموں کی ذہنی، اخلاقی اور تعلیمی تربیت پر زور دیا جاتا تھا بالکل اسی طرح حضرت خواجہ صاحب کے مدارس میں بھی ان باتوں کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ اسی لئے آپ کی خانقاہ اور مدارس برصغیر پاک و ہند کے صوفیاء کی خانقاہوں کے مقابلے میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔

مفتی غلام سرور خزینۃ الاصفیا میں لکھتے ہیں کہ "ہدایت خلق کا دروازہ کھلا تو بے شمار لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ چنانچہ ایک لاکھ انسان جن میں کفار، فجار، فاسق اور ہر قسم کے لوگ شامل تھے آپ کے ہاتھ پر تائب ہو کر راہ ہدایت پانے میں کامیاب ہوئے۔ آپ کے مریدوں میں ہزاروں کو صاحب سجادہ بنایا گیا۔ اور دور دراز علاقوں میں سلسلہ چشتیہ کی اشاعت ہونے لگی

واقعات و تصرف

مرزا محمد اختر دہلوی تذکرہ اولیاء پاک و ہند میں آپ کے باطنی تصرف کا ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ "ایک بار بعد ادائے نماز ظہر حجرہ شریف میں وظیفہ ادا کر رہے تھے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور عرض کیا کہ میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ مر گیا اب میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کر۔ آپ کے خادم کو اس بڑھیا کے رونے پر رحم آیا اس نے آپ سے عرض کیا کہ حضور ایک بیماری سکتہ کی ہوتی ہے اگر ازراہ کرم حضور چل کر ملاحظہ فرمائیں تو تسلی ہو جائے۔ یہ سن کر حضرت اس ضعیفہ کے مکان پر آئے اس کا پسر مردہ پڑا تھا اس کو دیکھ کر فرمایا یہ تو مردہ معلوم ہوتا ہے خادم نے عرض کیا کہ سکتہ بھی مشابہ موت کے ہوتا ہے۔ حضور نبض ملاحظہ فرمائیں آپ نے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ناڑی بھی نہیں ہے۔ پھر خادم نے عرض کیا کہ غور سے ملاحظہ کیجئے آپ کی توجہ قلبی اس طرف ہوتے ہی قدرت خدا کی اس کی نبض حرکت ہوئی۔ فرمایا کہ چلتی تو ہے۔ اس خادم نے کہا کہ پھر غور سے دیکھیں۔ دوسری بار توجہ اس طرف ہوئی بخوبی نبض کودنے لگی۔ اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس عورت نے اس لڑکے کو حضرت کی نظر کیا۔ آپ نے پانی پھیرنے کی خدمت اس کے سپرد کی اور وہ بہت جیا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے آپ سے ایک سردار کے ظلم و ستم کی شکایت کی آپ نے

سردار کو نصیحت کہ خدا تعالیٰ کے قہر و جلال سے ڈرا اس کے جواب میں وہ سردار حضرت کے ساتھ نہایت جرات اور گستاخی سے پیش آیا۔ دوسرے روز اسی سردار کے پیٹ میں شدید درد اٹھا۔ اور اس کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ کتے کی طرح بھونکنے لگا۔ اس کے دوست آپ کے پاس آئے مگر آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔ آخر یہ گستاخ اور بیباک سردار تھوڑی دیر میں اسی حالت میں مرگیا۔

کتابیات

۱ "صوفیاء بہار اور اردو" از معین الدین دردائی مطبوعہ آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

۲ "ملتان کی ادبی اور تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ" از ڈاکٹر روبینہ ترین ناشر بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

۳ "مناقب المحبوبین" از سلیمان نجم الدین۔ ناشر۔ اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور۔ ۱۹۷۹ء

۴ "پنجاب کے صوفی دانشور" از قاضی جاوید۔ ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز۔ طبع اول۔ ۱۹۷۹ء

۵ "تذکرہ خواجہ محمد سلیمان تونسوی" از ڈاکٹر محمد حسین الٰہی۔ ناشر۔ شعاع ادب لاہور

۶ "ذکر حبیب" از محمد دین صاحب۔ مطبوعہ لاہور ۱۳۲۲ھ

۷ "مراۃ العاشقین" از شمس الحق سیالوی۔ ناشر۔ مصطفائی پریس لاہور ۱۸۸۵ء

۸ مقدمہ تونسہ شریف از فیض اللہ خان قصوری۔ مطبع محمد پریس۔ لاہور

۹ "تاریخ مشائخ چشت" از خلیق احمد نظامی۔ ناشر مکتبہ العارفین لاہور

۱۰ "تذکرہ اولیائے پاکستان" از علامہ عالم فقری۔ ناشر شبیر برادرز لاہور

۱۱ "خزینۃ الاصفیاء" از مفتی غلام سرور لاہوری مترجم اقبال احمد فاروقی ناشر مکتبہ نبویہ لاہور

۱۲ "تذکرہ اولیائے ہند و پاک کلاں" از۔ مرزا محمد اختر دہلوی ناشر فیمس بکس لاہور

ایک مشفق و مہربان استاد

پروفیسر فدا محمد صاحب نیر حیدر مرحوم

سید محمد انوار شاہ قادری
لائبریرین ایجوکیشن کالج گل بہار پشاور

استاد محترم جناب فدا محمد صاحب نیر حیدر چیئرمین شعبہ لائبریری سائنس پشاور یونیورسٹی ہشت پہلو شخصیت کے مالک تھے' ایک مشفق و مہربان استاد' بہترین منتظم' شاعر' ادیب' مترجم' محقق' محب اہل بیت اور مداح اہل بیت تھے۔

آپ نے اسلامیہ کالج کی لائبریری میں لائبریرین کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کیا' پھر شعبہ لائبریری سائنس پشاور یونیورسٹی میں لیکچرر مقرر ہوئے اور ترقی کرتے ہوئے چیئرمین کا عہدہ سنبھالا۔ ڈیپارٹمنٹ میں اپنے ماتحت عملے کے علاوہ طلباء کے ساتھ آپ کے مثالی تعلقات تھے' یہی وجہ ہے کہ فارغ التحصیل ہونے کے بعد بھی طلباء دل کی گہرائیوں سے آپ کا احترام کرتے۔ لائبریرین شپ کے علاوہ بھی آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع ہے کیونکہ عرصہ دراز تک آپ فارورڈ سکول میں پرائیویٹ طلباء کو شام کے وقت ایف اے اور بی اے کی انگلش پڑھاتے رہے۔

اپنے پیشہ ورانہ مضمون لائبریری سائنس کے علاوہ تاریخ اور ادب (انگریزی' فارسی اور اردو) کا بھی گہرا اور وسیع مطالعہ رکھتے تھے۔ پشاور کی ایک مقامی ادبی تنظیم "بزم افکار" کے روح رواں تھے' خود بھی طبع آزمائی فرماتے تھے۔ آپ کا زیادہ تر کلام اہل بیت اطہار کے محامد و مناقب پر مشتمل ہے جو وقتاً فوقتاً اخبارات و رسائل میں

شائع بھی ہوتا رہا۔ آپ نے کئی انگریزی کتابوں کا اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ لائبریری سائنس کے موضوع پر بھی بہت سے مضامین اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ڈاکٹریٹ کے مقالے کے لئے "رشحات" کو ایڈٹ کرنے کے لئے منتخب کیا تھا یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے جلیل القدر شیخ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمت اللہ علیہ کے مناقب و ملفوظات پر مشتمل ہے جسے حضرت صفی الدین محمد علی بن حسین واعظ کاشفی المتوفی ۹۳۹ھ نے جمع کیا تھا اس کا ایک قلمی نسخہ اسلامیہ کالج کے کتب خانے میں موجود ہے۔ استاذ گرامی قدر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے کے لئے اس کے انگریزی ترجمہ و تدوین کا کام شروع کیا تھا جو آپ کی بے وقت موت کے باعث پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں پہلو اہل بیت کی محبت ہے' آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اولاد علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شدید محبت نے آپ کو ایک مخصوص مکتبہ فکر کے بہت قریب کر دیا تھا اور آپ ان کی محافل و مجالس میں جب اپنے منظوم کلام کا نذرانہ عقیدت پیش کرتے تو ایک سماں سا بندھ جاتا اور لوگ عش عش کر اٹھتے۔

راقم الحروف نے جب ۱۹۸۵ء میں شعبہ لائبریری سائنس پشاور یونیورسٹی میں داخلہ لیا تو اس وقت سے ہی آپ کے ساتھ بڑے محبانہ تعلقات قائم ہو گئے۔ جن میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ استاذ محترم کی شفقت و محبت کا یہ حال تھا کہ جب بھی یہ خاکسار سلام کے لئے حاضر ہوتا تو آپ چیئرمین ہونے کے باوجود کرسی سے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک اس فقیر کو نہ بٹھا دیتے خود بھی نہ بیٹھتے اور پھر دو تین گھنٹے تک لائبریرین شپ' اہل بیت اور تصوف کے موضوعات پر گفتگو ہوتی رہتی۔

○ ایک مرتبہ اپنی نوجوانی کا ایک خواب ان الفاظ میں سنایا

"میری عمر سترہ اٹھارہ سال کے قریب ہوگی یہ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ قبلہ و کعبہ حضرت علامہ سید محمد امیر شاہ قادری الگیلانی مدظلہ العالی جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر یکہ توت پشاور سے ۹ ربیع الاول شریف کو ایک جلوس نکالا کرتے تھے۔ چنانچہ میں اس جلوس میں شامل ہوا۔ جلوس کے اختتام پر چوک منڈی بیری یکہ توت پشاور میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد میں گھر جا کر

سو گیا اور نیند میں پھر میں نے اپنے آپ کو اس جلسے میں پایا۔ اس دوران ایک شخص نے سٹیج پر اعلان کیا کہ اب حضور نبی کریم ﷺ خود تشریف لا کر جلسے سے خطاب فرمائیں گے۔ تمام مجمع دم بخود تھا اور سب کی نظریں سٹیج پر لگی ہوئی تھیں اور جونہی حضور ﷺ سٹیج پر جلوہ افروز ہوئے تو میں نے دیکھا کہ وہ قبلہ سید محمد امیر شاہ صاحب مدظلہ العالی ہی تھے۔ اور پھر میری آنکھ کھل گئی" جب علماء کرام اور دیگر بزرگان دین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے بتایا کہ قبلہ شاہ صاحب موجودہ دور میں حضور نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کا کامل نمونہ ہیں حضور ﷺ کی اولاد و اجداد میں حسب و نسب کے کمالات سے آراستہ ہیں لہذا اس خواب میں آپ کی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔

استاذ گرامی قدر کو علمی و ادبی اور مذہبی حلقوں میں نہایت قدرو منزلت حاصل تھی۔ آپ کی ہر دلعزیزی کا یہ عالم تھا کہ ۱۲ جون ۱۹۹۵ بمطابق ۱۳ محرم الحرام ۱۴۱۶ھ بروز پیر کو جب آپ کا انتقال ہوا تو ہزاروں کی تعداد میں سنی و شیعہ حضرات نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ پہلے اہل سنت کے مولانا حضرت عمر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد میں اہل شیعہ نے مولانا غلام علی زاہد کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی۔

مرحوم نے ایک بیوہ' ایک بیٹا اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ پسماندگان کو اپنی پناہ میں رکھے اور استاذ محترم کو اہل بیت اطہار کے صدقے میں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے ○ آمین

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسین ابتداء ہے اسماعیل

(شاعر مشرق علامہ محمد اقبال)

گزشتہ سے پیوستہ

تفسیر القرآن الحسنیہ

مدیر اعلیٰ

واتقوا یومًا لا تجزی نفس عن نفس شیئًا ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولا هم ینصرون ○

اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس دوسرے نفس کے ذرہ بھر بھی کام نہیں آئے گا اور کسی سے کوئی سفارش (بے اذن الٰہی) قبول نہیں کی جائے گی۔ اور نہ کسی سے کوئی بدلہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی وہ مدد کئے جائیں گے۔

لغت :۔

وَ واؤ عاطفہ ہے' بنی اسرائیل پر یعنی اے بنی اسرائیل۔ یومًا جس دن' اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ لاتجزی کام نہ آئے گا' کفایت نہ کرے گا' یہ واحد مونث غائب نفی کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر جزاءٌ ہے شفاعة سفارش کرنا' اگر یہ لفظ شفاعة الٰی کے ساتھ آئے تو سفارش کرنے کے معنی ہیں۔ اور اگر علی کے ساتھ آئے تو اس کے برعکس معنی دیتا ہے۔ یوخذ لیا لیا جائے گا' قبول کیا جائے گا' یہ واحد مذکر غائب مضارع مجہول کا صیغہ ہے۔ اس کا مصدر اخذ ہے۔ عدل بدلہ عوض' معاوضہ' یہاں پر بدلے کے معنوں میں ہے ینصرون مدد کئے جائیں گے۔' نصر' ینصر' نصرًا مدد کرنا' جمع مذکر مجہول مضارع کا صیغہ ہے۔

تفسیر:۔

اس سے پہلی آیت کریمہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے تنبیہ فرمائی کہ حسب سابق میری نعمتوں سے سرفراز رہنے کے لئے نبی آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاؤ' اب اس آیہ مبارکہ میں بنی اسرائیل کو قیامت کے دن کی کیفیت بتائی جارہی ہے کہ اگر تم نے نبوت محمدیہ ﷺ کو قبول نہ کیا تو یاد رکھو کہ قیامت

ضرور آئے گی۔ اور اس دن تمہارے کسی بھی قسم کے اعمال حسنہ قبول نہ ہوں گے اور نہ ہی کوئی تمہارے کام آئے گا' نہ تمہارے حق میں سفارش قبول کی جائے گی' نہ ہی تم سے کسی قسم کا کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی مدد کی جائے گی۔ یعنی بنی اسرائیل جب تک حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ لائیں اس وقت تک ان میں سے کوئی چیز ان کے کام نہیں آسکتی' یعنی وہ بے یار و مددگار اور ناکام و نامراد ہی رہیں گے اور عذاب ان کا مقدر ہوگا۔ بیہقی وقت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"کافرة للآیات والاحادیث الدالة علی الشفاعة لا هل الکبائر وعلیه والعقد الاجماع"(۱)

(مراد یہ ہے کہ کسی کافر کو نفع نہ پہنچا سکے گا۔ اس کا معنی یہ نہیں ہے کہ کوئی مسلمان بھی دوسرے مسلمان کے کام نہ آسکے گا۔ کیونکہ کئی آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ گنہگاروں کے حق میں شفاعة پر دلالت کرتی ہیں اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔)

مفسر قرآن حضرت علامہ ابی عبداللہ قرطبی رحمت اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں

مذہب اهل الحق ان الشفاعة حق' وانکرها المعتزلة وخلدوا المومنین من المذنبین الذین وخلو النار فی العذاب' والاخبار متظاهرة بان من کان من العصاة المذنبین الموحدین من امم النبیین هم الذین تنالهم شفاعة الشافعین من الملائکة والنبیین والشهداء والصالحین"(۲)

(اہل حق کا یہ مذہب ہے کہ شفاعت حق' (ثابت) ہے' اور معتزلہ شفاعت کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ گنہگار مومن اپنے گناہوں کی وجہ سے ہمیشہ عذاب میں رہیں گے جبکہ اخبار (احادیث) سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام پر ایمان لانے والے ایسے گناہگار جو موحد ہوں گے تو انہیں ملائکہ' انبیاء کرام' شہدائے کرام اور اولیاء اللہ کی شفاعت ضرور نصیب ہوگی۔

صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں ""معتزلہ اس آیت اور اس آیت من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ سے استدلال کرتے ہیں کہ قیامت کو انبیاء گناہ گاروں کے لئے شفاعت نہ کریں گے مگر ان کا یہ قول صحیح نہیں' کس لئے کہ ان آیات کا یہ منشاء ہے کہ اس کی مرضی کے برخلاف اپنی وجاہت سے کوئی سفارش نہ کرسکے گا۔ اور چونکہ اس کی مرضی کفار و

مشرکین کی نسبت نہ ہوگی تو ان کے لئے کوئی شفاعت نہ کرے گا جیسا کہ ان آیات کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اور لفظ الا باذنہ با آواز بلند بتلا رہا ہے کہ گنہگار مسلمانوں کے لئے رحمت انبیاء اور اولیاء اور صلحاء کے دل میں ان کی شفاعت کا شوق پیدا کرے گی اور وہ نہایت عجز و انکساری سے اس کے جناب میں عرض کریں گے اور وہ اپنی رحمت سے قبول فرمائے گا۔ سچ ہے رحمت حق بہانہ مے جوید حضور ﷺ نے فرمایا ہے: شفاعتی لاھل الکبائر من امتی

اور احادیث صحیحہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت کبریٰ کی تفصیل ہے حضور ﷺ تمام عالم کے لئے شفیع اعظم ہیں اور یہ آیات کفار کے ساتھ مخصوص ہیں۔ کس لئے کہ کلام یہود سے چلا آتا ہے۔"(۳)

۱ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، اشاعت العلوم حیدر آباد ج۱ ص۴۹

۲ ابی عبداللہ قرطبی، جامع احکام القرآن، احیاء التراث عربی، بیروت ج۱ ص۳۷۸

۳ عبدالحق، تفسیر حقانی، مطبع مجتبائی دہلی ج۱ ص۱۹۳

قافلہ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہیں تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بت کدۂ تصورات

صدق خلیل بھی ہے عشق صبر حسین بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

(شاعر مشرق علامہ محمد اقبال)

گذشتہ سے پیوستہ

انوار علی کرم اللہ وجہہ الکریم

مدیر اعلیٰ

حدیث ۵۸ر ۱۴

اخبرنی زکریا(۱) بن یحییٰ قال انبانا ابو مصعب(۲) عن الدراوردی(۳) عن الجعید (۴) عن عائشۃ(۵) عن ابیہا قالت ان علیا خرج مع النبی ﷺ حتی جاء ثنیۃ الوداع یرید من غزوۃ تبوک وخلف علیا فقال اتخلفنی مع الخوالف فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

ترجمہ ۵۸ر ۱۴

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں (جناب) علی المرتضیٰ نکلے یہاں تک کہ ثنیۃ الوداع تک پہنچ گئے۔ تبوک کی جنگ میں شامل ہونا چاہتے تھے اور حضرت علی کو نائب بنا گئے۔ تو علی المرتضیٰ نے عرض کیا آپ مجھے پیچھے رہنے والوں میں چھوڑ چلے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے جناب علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہو جیسے ہارون کا رتبہ موسیٰ کے نزدیک تھا مگر یہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں۔

اسنادہ صحیح

حدیث ۵۹ر ۱۵

اخبرنا القاسم(۱) بن زکریا بن دینار الکوفی قال حدثنا ابو نعیم(۲) قال حدثنا فطر(۳) عن عبداللہ(۴) بن شریک عن عبداللہ(۵) بن رقیم الکنانی عن سعد(۶) بن ابی وقاص ان النبی ﷺ قال لعلی انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ

ترجمہ ۵۹ر۱۵

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے یہ کہ رسول کریم ﷺ نے (جناب) علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ تیرا رتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسا کہ ہارون کا رتبہ موسیٰ کے نزدیک تھا۔

رواہ اسرائیل عن عبداللہ بن شریک عن الحارث بن مالک عن سعد

اسنادہ ضعیف

اسماء الرجال حدیث ۵۸ر۱۴

۵۸-۱ زکریا بن یحییٰ: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۹-۱

۵۸-۲ ابو سعب: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۴۷-۲

۵۸-۳ الدراوردی عبدالعزیز بن محمد: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۴۸-۳

۵۸-۴ الجعید: اسے جعد بھی کہتے ہیں۔ جعد بن عبدالرحمٰن بن اوس ہے اور کبھی اپنے جد کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور مصغر یعنی جعید بھی بولا جاتا ہے ثقہ ہے۔ طبقہ الخامسہ سے ہے ۱۴۴ھ میں فوت ہوا۔ (التقریب) ص ۵۵

۵۸-۵ عائشہ: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۸-۵

۵۸-۶ ابیھا: (سعد بن ابی وقاص) ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۸-۶

۵۹ر۱۵

۵۹-۱ قاسم بن زکریا: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳۶-۱

۵۹-۲ ابو نعیم: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳۶-۲

۵۹-۳ فطر: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳۱-۴

۵۹-۴ عبیداللہ بن شریک: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳۰-۴

۵۹-۵ عبداللہ بن رقیم: ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۳۱-۶

۵۹-۶ سعد (بن ابی وقاص): ملاحظہ کیجئے اسماء الرجال حدیث ۸-۶